www.abdulhaq.info/articles/islam/

"خدا کا تصور اسلام میں"

(مولانا مولوی عبدالحق حبیب فاضل سنسکرت کے قلم سے)

یہ وہ مضمون ہے جو مولانا عبدالحق صاحب نے گوجرانوالہ کی کانفرنس مذاہب کے موقعہ پر ۲۳ فروری ۱۹۲۶ء کو پڑھا تھا۔ (مدیر)

"الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین"

حضرات۔ قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت کو اس وقت میں نے آپ لوگوں کے سامنے پڑھا ہے اس سے پیشتر کہ میں اس آیت کا مطلب بیان کروں میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو مذاہب کی اس بہت بڑی جنگ کی طرف توجہ دلاؤں کہ جو اس وقت دنیا میں بپا ہے کہ ہر ایک مذہب دوسرے مذاہب پر غالب آنے کی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جو طریق اختیار کیا جا رہا ہے وہ نہایت ہی گمراہ کن ہے یعنی ایک دوسرے پر بیجا الزامات اور اتہامات لگائے جا رہے ہیں گویا ہر ایک مذہبی پرچار اور پرچارک کے ہاتھ میں ظلم کی ایک تیز تلوار ہے کہ جس کے ساتھ وہ دوسرے کا گلہ کاٹنا چاہتا ہے اس معاملے میں بقول مسز اینی بسنٹ اسلام سب سے بڑھکر مظلوم ہے۔ یورپ اور امریکہ سے لیکر ہندوستان تک اگر عیسائیت کا سارا زور اسلام کے خلاف خرچ ہو رہا ہے تو ہندوستان میں آریہ مذہب کا رخ بھی زیادہ تر اسی مذہب کی طرف ہے ہم کسی کے اعتراضات سے گھبراتے نہیں البتہ انصاف کی خاطر صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ جہاں ہمارے دین پر بیجا نکتہ چینی کی جا رہی ہے وہاں اس مذہب کی خوبیوں کو بھی تلاش کرو کسی کی نسبت عیب جوئی اپنا شیوہ اختیار کر لینا حق اور صداقت سے انسان کو دور لیجاتا ہے پس اگر خدا تمہیں سمجھ اور توفیق دے تو اس دین کی خوبیوں کو تلاش کرو تاکہ تم ہماری نسبت زیادہ انصاف کا فیصلہ کر سکو۔

دلستانِ عہد گل یا بد شنید از بلبلے
زاغ و بوم آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

اسلام کا کام غیر مذاہب پر اتہام لگانا اور ان کے بزرگوں کو بھلا برا کہنا نہیں بلکہ تمام دنیا کے اندر صلح اور سلامتی کی ایک ایسی راہ کو پیش کرنا ہے کہ جس پر تمام مذاہب جمع ہو سکیں اور مذاہب کی باہمی عداوت اور دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہو جائے اس مقصد کو سامنے رکھ کر میں چند باتیں آپ کے غور کے لئے پیش کرتا ہوں الہامی مذاہب میں سب سے پہلی چیز خدا کی ہستی پر ایمان لانا ہے جو مذہب خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کو سب سے پہلے اس امر کو بیان کرنا چاہیئے کہ خدا کیا ہے اور کیسا ہے اور اس کا تعلق انسان کے ساتھ کیا ہے ہندو مذہب۔ آریہ سماج۔ عیسائیت اور دیگر وہ مذاہب کہ جو اپنے اپنے مذہب کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں ان تمام مذاہب کے اور اسلام کے پیش کردہ خدا کے تصور کو سامنے رکھ کر دیکھ لو جس کا تصور سب سے اعلیٰ اور مذاہب میں رشتہ اتحاد کو قائم کرنے والا ہو اس کو قبول کر لو فساد اور دشمنی کے پیدا کرنے والی راہ کو چھوڑ دو۔

الحمد للہ کی تشریح اسلام نے جو خدا کا تصور پیش کیا ہے وہ اس آیت کے اندر موجود ہے کہ جس کو میں نے آپ لوگوں کے سامنے سب سے پہلے پڑھا ہے اس آیت میں پہلا جملہ الحمد للہ ہے ہر ایک وہ شخص کہ جو عربی زبان سے کسیقدر مس رکھتا ہے اس کو یہ معلوم ہوگا کہ الحمد للہ میں پہلا ال تعریفی ال کہلاتا ہے کہ جس کے معنی سب۔ تمام بالکل مجموعہ اور جنس کے ہوتے ہیں اور حمد خوبی یا اعلیٰ درجہ کی صفت کو کہتے ہیں اس کے بعد للہ میں لام استحقاق اور تخصیص کے معنی رکھتا ہے۔ پس الحمد للہ کے اس لفظی تشریح کی بنا پر یہ معنی ہوئے کہ حقیقی تعریف اور تمام اعلیٰ درجہ کی ذاتی خوبیاں بالصفاتی اور کمالات اس ذات کے لئے خاص ہیں کہ جس کا نام اللہ ہے۔ الحمد للہ کے اس چھوٹے سے جملہ یا صرف دو لفظوں کے اندر دو باتوں کو بڑی صفائی کے ساتھ کھول کر بتا دیا گیا ہے کہ ایک تو تمام اعلیٰ درجہ کے کمالات اور ذاتی خوبیاں اس ذات کے اندر موجود ہیں وہ ہمہ تن خوبی یا حسن مجسم ایک ذات ہے اور دوسرے یہ کہ یہ سب کامل درجہ کی ذاتی خوبیاں صرف اسی کی ذات سے خاص ہیں یعنی جس طرح کوئی اپنے آپ کو اس جیسا نہیں بنا سکتا اسی طرح اس کی کسی ایک صفت میں بھی کامل طور پر اس کے برابر نہیں ہو سکتا اور کیونکر برابر ہو سکے کہ ہر ایک صفت کمالیہ میں بے مثالی اور بے نظیری اس کی ذات کا خاصہ ہے اور خاصہ کی یہی تعریف ہے کہ وہ اپنے موصوف کے سوا کسی دوسری شئے میں نہ پایا جائے۔ اور الحمد للہ یہی تو بتلاتا ہے کہ کمال حمد اور خوبی کی کل جنس اللہ تعالےٰ ہی کے لئے خاص ہے۔ یعنی تمام قسم کی اعلیٰ خوبیاں اس ذات کے اندر موجود ہیں کوئی ایسی خوبی اور کمال کی بات قطعاً نہیں ہو سکتی کہ جس کو دنیا کے عقلمند اور دانا خوبی کی بات قرار دیں مگر وہ اس ذات کے اندر نہ پائی جاتی ہو۔

الحمد للہ کس قدر چھوٹا سا جملہ ہے مگر اس کے معنوں کی وسعت پر غور کرو وید وں کو پڑھ جاؤ بائیبل انجیل اور دنیا کی دیگر کتب مقدسہ میں جسقدر اس ذات کی تعریف کی گئی ہے اس کو ایک جگہ جمع کر لو مگر یاد رکھو کہ وہ اس ذات کی تعریف کرنے میں الحمد للہ سے زیادہ کچھ نہیں بتلا سکتیں جب تمام کی تمام خوبیاں اور تعریفیں الحمد للہ میں آگئیں تو اب خدا کی کونسی نئی خوبی اور تعریف ہے جو تم ہمیں کسی کتاب میں سے سناؤ گے۔

دوسری بات جو الحمد للہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب اس ذات کے اندر تمام اعلیٰ درجہ کی خوبیاں موجود ہیں تو ہر ایک قسم کے عیب اور نقص کی اس کی ذات سے نفی ہو گئی جہاں تمام خوبیاں ہی خوبیاں موجود ہیں وہاں کسی عیب اور نقص کے لئے کوئی جگہ نہیں کیونکہ عیب اور نقص کسی خوبی کے نہ ہونے کا نام ہے جہاں تمام خوبیاں موجود ہوں وہاں عیب کی تلاش فضول ہے۔ گویا الحمد للہ کے اندر قرآن کریم نے ان تمام اعتراضات کا جواب بھی دیدیا کہ جو قصور فہم کی وجہ سے اسلام کے خدا پر لوگ کیا کرتے ہیں حسن مجسم میں عیب اور نقص کا اتہام اعتراض کرنے والے کی کج فہمی اور شرارت پر دلالت کرتا ہے اس ایک اصول کو سامنے رکھکر کہ وہ ہمہ تن حمد اور خوبی ہے وہ ان تمام آیات کو سمجھ سکتا تھا کہ جن پر اس نے کم فہمی کی وجہ سے اعتراضات کئے ہیں کیونکہ کسی آیت کا ترجمہ اصول کے خلاف نہیں کیا جا سکتا۔

قادر مطلق تیسری بات جو الحمد للہ سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس جیسی خوبیوں والی اور کوئی چیز نہیں کمال حسن و خوبی اسی کے لئے خاص ہے وہی اور صرف وہی تمام اعلیٰ درجہ کی صفات کاملہ کا مستحق ہے، بلکہ اس کی کسی ایک صفت میں بھی کامل طور پر کوئی دوسری چیز شریک نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر خدا کی کسی ایک صفت میں بھی کوئی چیز کامل طور پر شریک ہو جائے تو باقی صفات میں بھی کسی دوسری چیز کا اس کے برابر ہونا ممکن ہوگا اور اس طرح دوسرے خدا کا ہونا بھی ممکن ہو جائے گا کہ جو ممتنع ہے پس اسلام میں خدا کا تصور اسقدر اعلیٰ اور بلند ہے کہ اس سے بڑھکر خدا کا کوئی تصور دنیا کے عقلمندوں کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتا یعنی نہ صرف خدا سے بڑھکر کوئی دوسرا خدا تصور میں نہیں لایا جا سکتا بلکہ اس کی ہر ایک صفت اسقدر کامل اور لا محدود ہے کہ اس پر اور زیادتی کا تصور قطعاً ناممکن ہے اور یہی ایک معیار ہے کہ جو خدا کے متعلق ہماری تمام بحثوں میں صحیح فیصلہ دیا کرتا ہے خدا اوتار دھارن کر سکتا ہے یا نہیں خدا مر سکتا ہے یا نہیں خدا عالم ہے یا جاہل خدا مختار ہے یا مجبور ان تمام امور میں ہم جو اعلیٰ بات ہوتی ہے وہ خدا کی طرف منسوب کرنا از روئے عقل درست سمجھتے ہیں اور جو بات ادنےٰ یا نقص کی ہوتی ہے اس کو ہم خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے اس معیار کو سامنے رکھکر میں اپنے آریہ دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ ایک پرمیشور ہے کہ جو مادہ اور روح کو نہیں بنا سکتا اور ان کی وساطت کے بغیر ایک تنکا اور جوں تک پیدا نہیں کر سکتا وہ پرمیشور اعلیٰ ہے یا وہ خدا کہ جو ان کو پیدا کر سکتا ہے اور دنیا کے بنانے میں ان کی پیشتر سے موجودگی کا قطعاً محتاج نہیں اسی معیار کو سامنے رکھ کر کہ جو آپ دوسروں کے متعلق استعمال کرتے ہیں جواب دو کہ دونوں میں سے خدا کا تصور کس کا اعلیٰ ہے سر دست اس سوال کو چھوڑ دو کہ یہ ممکن ہے یا ناممکن کیونکہ خدا کے لئے کیا کچھ ممکن ہے اور کیا ناممکن اس کی حد بندی انسان نہیں کر سکتا خدا کے بیشمار کام ایسے ہیں کہ جو ہماری سمجھ میں نہیں آتے لیکن اگر وہ کام اعلیٰ اور خوبی کے کام ہیں تو ہم ان کو خدا کی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں لیکن اگر وہ اس کی شان کے خلاف ہوں تو ہم خدا کی طرف ان کی نسبت نہیں کرتے۔ اگر اس مضمون پر مزید بحث کا موقعہ ملا تو میں اس پر انشاء اللہ تعالےٰ ایک علمی بحث بھی کرونگا کہ مختصراً اسلام میں خدا کا تصور ان تین باتوں پر مشتمل ہے کہ اسلام کے خدا سے اعلیٰ کسی خدا کا تصور ناممکن ہے اور نہ اس خدا کے برابر ہی کوئی خدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس سے کمتر درجہ کا کوئی چھوٹا موٹا خدا ہو سکتا ہے کہ جو اپنی ایک یا بعض صفات میں خدا کا شریک ہو پس نہ وہ دو میں کا دوسرا ہے اور نہ تین میں کا تیسرا اور نہ وہ تینتیس دیوتا کے ساتھ چونتیسواں دیوتا ہے۔

اب کے دوسرے اشارہ کے متعلق میں مختصراً یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الحمد للہ کے بعد اس اللہ کو رب العالمین کہا گیا ہے یعنی اس کے وہ ذاتی کمالات اور خوبیاں صرف اسی تک محدود نہیں بلکہ وہ اپنی ان تمام صفات کے ساتھ مخلوقات کو پیدا کرتا ان کی نشو و نما اور پرورش کرتا ہے اس لئے وہ کوئی موہوم ہستی نہیں بلکہ تمام مخلوقات کی پیدائش ترقی اور حصول کمال صرف اسی کی ذات سے وابستہ ہے پس اس کے بغیر نہ چیزیں پیدا ہو سکتی ہیں نہ ترقی کر سکتی ہیں

روح پس اس بنا پر روح کے متعلق بھی میرا یہ عقیدہ ہے کہ وہ ایک ترقی پذیر ہستی ہے اور قرآن کریم نے روح کے مخلوق ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ چونکہ وہ اپنی صفات میں ترقی کرتی ہے اس لئے وہ ازلی اور انادی نہیں جو چیز ازلی اور انادی ہوتی ہے اس کے اندر تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا جس چیز کی صفات میں ترقی ہوگی وہ یقیناً متغیر ہوگی اور ہر متغیر مرکب اور مخلوق ہوتا ہے

اور روح کی صفات میں ترقی ہونا بالکل ظاہر ہے ایک جاہل اور عالم کی روح ایک جیسی نہیں ہوتی دور کیوں جاؤ کیا ویدوں کے گایتری منتر کے اندر "دھیو یونہ پرچودیات" کی دعا نہیں سکھائی گئی یعنی وہ ہماری عقل کو متحرک کرے اگر ہماری عقل کو ہمارا ترقی دے سکتا ہے تو پھر روح کی صفت میں تغیر پیدا ہو گیا اسی طرح دکھ اور سکھ کا احساس بھی روح کے اندر تغیر کو ثابت کرتا ہے سخت سردی کے دنوں میں اگر کپڑا کافی نہ ہو تو روح کو کسقدر دکھ ہوتا ہے لیکن اس حالت میں اگر اس کو آگ اور کافی کپڑا دیا جائے تو کسقدر روح کو راحت ہوتی ہے گیا دکھ سے نجات پائے اور سکھ کے مل جانے سے ہماری روح کے اندر کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا اگر ہوا ہے اور یقیناً ہوا ہے تو روح ایک تغیر پذیر وجود ہے پس وہ انلی اور نادی نہیں بلکہ مخلوق اور خدا کی پیدا کردہ ہے۔ اور خدا کی ربوبیت کے چشمہ سے پانی پی کر ترقی کرتی ہے روح کی صفات میں موت کے بعد جس مقام میں جا کر کھلم کھلا ترقی کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں اس کو مسلمان جنت یا بہشت کہتے ہیں بہشت کے متعلق میں آپ کو یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ کوئی مسلمانوں سے خاص نہیں ویدوں کے اندر جس تفصیل کے

ویدک بہشت اور قرآنی بہشت

ساتھ اس کا ذکر ہے اسکو مختصر الفاظ میں میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں ویدوں کے اندر ہر الفاظ ایم - ایمم - ایمن - اترا ادم اور اہ یعنی یہ - یہاں - اسجگہ وغیرہ قریب کے اشارات اس دنیا کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور ایک اور عالم ہے کہ جسکے لئے اسم تسمی تسمن لوکے - تر یعنی وہ - اُس - اس دنیا میں اور وہاں وغیرہ کے اشارات بعیدہ آسکتے ہیں وہ عالم کہ جسکو دوسرے لفظوں میں ناکہ - سکر - تشیہ لوک - سوَرگ سوہ یا بعد کی کتابوں میں پرلوک کہا گیا ہے اور انہی الفاظ کے معنی سنسکرت کی لغت کی کتابوں میں بہشت یا سکھ اور راحت کا مقام اور عالم آخرت بتلائے گئے ہیں جس سے یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس دنیا میں جو ہمیں کچھ سکھ مل جاتا ہے اسی کا نام سوَرگ ہے یہ غلط محض ہے ایک اور زبردست دلیل جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوَرگ اسی دنیا میں نہیں یہ ہے کہ ایتریہ برہمن اور دوسری مستند کتابوں میں بلکہ اتھرو وید میں بھی سورگ کو یہاں سے ایک تیز رو گھوڑے کی ہزار دن کی مسافت پر بتلایا گیا ہے یعنی اگر ایک تیز رو لا تعداد گھوڑا ہزار دن لگا تار چلتا رہے تو وہ ایک ہزار دن کے بعد بہشت میں پہنچ جائیگا - ایتریہ برہمن کے الفاظ یہ ہیں "گہشر آشوینے وا اِتہ سوَرگو لوکہ" یعنی یہاں سے سورگ (بہشت) ایک مضبوط گھوڑے کی ہزار دن کی مسافت ہے بس یوں سمجھ لو کہ زیادہ سے زیادہ ۵۰۰۰۰ میل اوپر آریوں کا یا ویدوں کا بہشت ہے

اس بہشت کے اندر کیا کچھ ہے یا اس کی سینری کیسی ہے اس کو بھی اتھرو وید کے الفاظ میں سُن لو گھرت ہردا مدھو کولہ سُرا اُدک کشیرا پورنا ادکین دو دھنا ابکستوا دھارا اُپ تبتو سرواہ سوَرگے لوکے مدھو مت پنو ماناہ اُپ توا تشٹ منتو پشکرینیہ سمنترہ گھی کے حوض - شہد کے کناروں والی بہتی ہوئی شراب دودھ اور دہی سے بھری نہریں وہاں تجھکو حاصل ہونگی شہد سے لبالب بھری ہوئی اور نگل بنلوفر کے تالاب تجھکو ملینگے۔

نیئتام شنشم پردہتی جات ویدہ

سورگے لوکے بہو استرئیم ایشام

نیک لوگوں کی قوت باہ کو اگنی ضائع نہیں کرتا کیونکہ سورگ لوک (بہشت) میں ان کے لیے بہت سی استریوں کے جھنڈ ہونگے چھاندوگیہ اپنیشد پرپاٹھک ۸ کھنڈ ۵ میں بہشت کے اندر شراب کے تالاب کا ذکر ہے - کشودا اپنیشد میں داماہ - منرکھاہ اور ستوریاتین قسم کی خوبصورت شہوانی خیال والی - دکھوں والی اور باجے بجانے والی عورتوں کا ذکر آتا ہے

کوشیتکی برہمن میں ایک ایک لانہ کے لئے پانچسو پانچسو عورتیں ملنا بتلایا ہے جن میں سے سو ہار لیکر سو زیور لیکر سو منجن لیکر اور سو کپڑے اور زعفران لیکر اور سو تیل لیکر پیشوائی کریگی۔

اسی طرح خوبصورت لمبے لمبے بالوں والے (گندھرو) گانے بجانے والے لڑکوں کے ملنے کا ذکر بھی اتھرو وید میں موجود ہے۔

"گندھرو یہ مدنتے"

گندھرو ؤں کے ساتھ بہشتی مزے اڑائیں گے۔

ان گندھرو ؤں کی جاتی مکروہ تفصیلات کو میں اسجگہ بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا بہر حال کچھ اس قسم کا بہشت ویدوں کے اندر لکھا ہوا موجود ہے باقی رہا قرآن کریم کا جنت اسکی نسبت بھی میں کچھ تھوڑا سا بیان کر دینا مناسب سمجھتا ہوں اول تو قرآن کریم میں کسی ایک موقعہ پر بھی ہمیں یہ لکھا ہوا نظر نہیں آتا کہ نعماء جنت اسی دنیا کی نعمتیں ہیں بلکہ جابجا اس حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہے کہ ان نعماء کو اس دنیا کی مادی چیزیں نہ سمجھو مادی چیزوں میں تغیر اور فساد کا ہونا ایک اٹل اور لازمی امر ہے مگر روحانیات کی سرزمین اس نقص اور زوال سے قطعاً پاک ہے پس جبکہ وہاں کی ہر ایک چیز کو دائمی اور ہر ایک نعمت کو غیر منقطع قرار دیا گیا ہے تو اس سے یہ ظاہر ہے کہ نعماء جنت اس دنیا کی اشیاء سے کوئی علیحدہ حقیقت رکھتی ہیں بلا شبہ وہاں نہریں ہیں مگر اس دنیا کے مادی پانی کی نہیں بلکہ "من ماء غیر آسن" وہ کبھی بھی نہ سڑنے والا کوئی پانی ہے - وہاں دودھ ہے، مگر اس دودھ کو مادی دودھ نہ سمجھو "لم یتغیر طعمہ" وہ دودھ اپنی ماہیت میں ایک جداگانہ چیز ہے کہ جس کا ذائقہ کبھی نہیں بدل سکتا ان مختلف قسم کی نہروں کے متعلق امام راغب نے کیا خوب لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انہار کو بطور امثال بیان فرمایا ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ فضل اور فیضان ہے کہ جو اہل جنت کو بافراط ملے گا اور اس پر دلیل قرآن کریم کی آیت "ان المتقین فی جنات و نہر" ہے کہ متقی لوگ جنات اور نہروں میں ہونگے یعنی اس کے فضل و فیضان میں ڈوبے ہوئے ہونگے اسی طرح وہاں ازواج ہیں مگر اس دنیا کی طرح ازواج کی طرح نہیں بلکہ وہ ازواج مطہرہ ہیں کسی قسم کا گندہ خیال ان کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا ازواج سے صرف عورتیں مراد لینا بھی صحیح نہیں قرآن کریم سے اس لفظ کے معنی اقران اور امثال کے بھی معلوم ہیں۔ دراصل ازواج زوج کی جمع ہے زبان عربی میں حیوانات کے جوڑے کے ہر فرد کو دوسرے کا زوج یعنی قرین یا ساتھی کہا جاتا ہے چنانچہ "احشروا الذین ظلموا و ازواجہم" (والصٰفٰت) اور "ازواجہم فی ظلٰل" (یٰسٓ ۵۶) کے معنی امام راغب نے "ان کے ساتھی جنہوں نے ان کے افعال میں ان کی پیروی کی" کئے ہیں پس ازواج مطہرہ سے مراد پاکیزہ سوسائٹی ہے۔

جنت کی تمام نعمتوں کے متعلق قرآن کریم نے ایک مستقل فیصلہ کیا ہے یعنی مثل الجنۃ التی وعد المتقون - کہ جنت کو صرف مثالی رنگ میں بیان کیا گیا ہے - پس قرآن کریم کا جنت کوئی ویدوں کا بہشت نہیں کہ جہاں گھی کے تالاب شراب شہد و دودھ اور دہی کی نہریں اور نیلوفر کے حوض ہوں بلکہ اس کی حقیقت بیدا کانہ ہے اور اسی لئے اس کی نسبت قرآن کریم نے خود فرمایا فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانو یعملون - کوئی شخص نہیں جانتا کہ نیک اعمال کے بدلہ میں کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک لوگوں کے لئے پردہ غیب میں رکھی گئی ہے اور اسی لئے واقف رموز حقیقی کی لسان حیات سے یہ فرمایا گیا قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر (بخاری) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے بندوں کے لئے وہ نعماء تیار کی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر ان کا تصور تک گذرا۔

پس مسلمانوں کا جنت ویدوں کے بہشت کی طرح کوئی شہوانی جذبات کو اکسانے والا بھڑکانے والا اور ہیجان میں لانے والا مکان نہیں اور ہمارے نزدیک روحانی دنیا کا تصور یہی ہے کہ انسانی روح کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا رنگ اختیار کر کے ترقی کریں قرآن کریم نے صفات خداوندی کو انسان کے سامنے رکھا ہے اللہ تعالیٰ کی

صبغۃ اللہ

صفات کے موافق اعمال کا نام نیکی اور اس کے خلاف اعمال کا نام بدی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت اور تعلق اسی طرح پیدا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین کر دے ہر ایک شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ تم کسی شخص کو کسی مقام پر اسی وقت بلایا لا سکتے ہو کہ جب وہ مقام اس کے مناسب حال ہو اور اس کے خلاف طبیعت وہاں کوئی چیز نہ ہو پاک انسان ناپاک جگہ میں جانا پسند نہیں کرے گا - ایک عطار بدبو دار جگہ میں ٹھیر نہیں سکتا اگر یہ صحیح ہے تو ایک ظالم کا خدا رحیم کے ساتھ کوئی تعلق محبت نہیں ہو سکتا ایک ناپاک دل اپنے دل میں پاک خدا کو نہیں بلا سکتا ایک سنگدل انسان جو دوسروں کے قصور معاف نہیں کرتا اس کے ساتھ خدائے غفور بھی درگزر کا معاملہ نہیں کرتا - پس اسلام کے نزدیک روحانی دنیا کا تصور یہی ہے کہ انسانی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرنے کے لئے اس کی صفات کو اپنے سامنے رکھ کر اپنے تمام معاملات میں ان سے سبق حاصل کرے کہ جہاں جس صفت خداوندی سے نمونہ پکڑنے کی ضرورت ہو وہاں اسی صفت کو اختیار کرے تاکہ اس کی صفات کا رنگ اس کے اندر پیدا ہو اسی لئے جنت یا بہشت میں ایک مسلمان کے لئے سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو بتلایا گیا ہے ورضوان من اللہ اکبر اللہ تعالیٰ کی رضا ہی وہاں سب سے بڑی نعمت ہے اور ایک دوسری جگہ کامل مومنوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے پس اسلام کے نزدیک روحانی دنیا کا سب سے اعلیٰ تصور یہی ہے کہ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کہ اللہ تعالیٰ کے رنگ کو یعنی اس کی صفات کا رنگ اپنے اندر پیدا کرو اس رنگ سے بڑھکر اور کون سا رنگ ہو سکتا ہے یہی نعمت جنت یا بہشت یا روحانی دنیا میں ہم کو حاصل ہو گی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے ماتحت اپنی صفات میں ترقی کرتے ہوئے لا محدود زمانہ تک چلے جائینگے۔